© rasailojaraid.com

میجر جنرل فضل مقیم خان صاحب
واہ آرڈیننس فیکٹری

دیوبند اور علی گڑھ نے ہماری نئی نسل کو کیا دیا؟

محمد قاسم نانوتوی اور سر سید احمد خان

" نئی نسل کدھر " اس کا آسان سا جواب تو یہ ہے کہ " جدھر ہم اسے لئے جا رہے ہیں "۔ لیکن انسانی مسائل کے حل اگر اتنے آسان ہوتے تو انہیں مسائل سے تعبیر ہی کیوں کیا جاتا۔

سب سے پہلے تو یہ متعین کر لینا ضروری ہے کہ " نئی نسل کدھر " کا مطلب کیا ہے۔ یہ سوال کب اور کن وجوہات کی بنا پر اٹھا اور آجکل کیوں زور پکڑتا جا رہا ہے۔ دراصل " نئی نسل کدھر " میں دو سوال مضمر ہیں اوّلاً یہ کہ ہمارے نوجوان کس راستے پر جا رہے ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے لئے کونسا راستہ موزوں ہے۔ یہ سوال ہمارے معاشرہ میں کچھ نئے سے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اتنے نئے بھی نہیں۔ تاریخی نقطۂ نگاہ سے یہ دونوں سوال اس وقت اٹھے، جب مسلمان ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف اپنی جنگ کے آخری معرکے میں شکست کھانے کے بعد انگریزوں کا بنایا ہوا " نظامِ تعلیم " اختیار کرنے پر مجبور ہوئے اور اس تعلیم کے نتیجے میں فرنگی تہذیب کے اثرات مسلم سوسائٹی میں ظاہر ہونے لگے۔ اس رجحان کے خلاف اسی وقت سے اعتراضات کئے جانے لگے۔ یہیں سے پہلی مرتبہ ہمارے معاشرے میں " نئی نسل کدھر " کا سوال اٹھا اور اس کا حل پیش کرنے کی روایات بھی قائم ہونے لگیں۔

اس برصغیر کے مسلمانوں کی جدید تاریخ میں جو ۱۸۵۷ء کے فوراً بعد سے شروع ہوتی ہے۔ دو عظیم شخصیتوں نے عملی مگر بالکل مختلف راستے دکھائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مقصد دونوں کا ایک ہی تھا۔ اور وہ یہ کہ " بدلتے ہوئے حالات کے تقاضے کون سے طریقے پورے کر سکتے ہیں "۔—— ایک تھے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور دوسرے سر سید احمد خان اور دونوں اتفاق سے ایک ہی استاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی مولوی سلوک علی صاحب کے شاگرد تھے۔ ایک طرف مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے جنہیں دارالعلوم دیوبند کا اصلی بانی کہنا چاہیئے روائتی دینی تعلیم پر زور دیا اور جو چیز اسلام کی روح کے خلاف نظر آئی اسے بالکل نکال باہر کیا چنانچہ انگریزی تعلیم غرضیکہ ہر انگریزی چیز دین کے خلاف قرار پائی اور چند سال میں دیوبند بذات خود ایک تحریک بن گئی۔ دوسری طرف سرسید احمد خان علی گڑھ تحریک کے بانی اور روح رواں نے محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج کی بنیاد رکھی جو بعد میں مسلم یونیورسٹی بنی۔ سرسید نے انگریز کا بنایا ہوا طریقۂ تعلیم اپنایا۔ لیکن یہ تعلیم اسلامی ماحول کے اندر رائج کی۔ کالج کا نشان، یونیفارم بی اے تک دینیات اور اردو کی لازمی تعلیم، نماز کی پابندی وغیرہ سب اسی مقصد کے لیئے تھے ۔۔۔ ان دو مختلف تحریکوں نے اس برصغیر کے مسلمانوں پر اور مسلم معاشرہ پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ چنانچہ بعد کی تمام تعلیمی تحریکیں انہیں سے متاثر ہوئیں۔ لیکن دیوبند اور علی گڑھ کے وجود میں آتے ہی یہ سوال کہ "نئی نسل کدھر جارہی ہے" یا کونسا راستہ اختیار کر رہی ہے، اٹھنا شروع ہوگیا۔ دیوبند سے ہمارے معاشرہ کی اقدار اور نظریات کو خطرہ نہیں تھا۔ دیوبند تو انہیں روایتی انداز ہی میں زندہ رکھنے کی کوشش میں تھا۔ دوسرے دینی معاملات کو زیر بحث لانا یا ان پر تنقید کرنا کوئی عقلمندی کی بات بھی نہیں سمجھی جاتی تھی۔ اس کے برعکس بدیشی اقدار اور فرنگی تہذیب مسلم معاشرہ کی اقدار اور نظریات سے بظاہر متصادم نظر آتے تھے۔ اس لئے یہ سوال خاص طور پر ان ہی جوانوں کی بابت پوچھا جاتا تھا جو انگریزی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اور اس کے نتیجہ میں انگریزی تہذیب کو بھی آہستہ آہستہ اپنا رہے تھے، لیکن یہاں یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ تنقید نئی تعلیم حاصل کرنے کے خلاف نہ تھی، کیونکہ ان میں بہت سے مضامین تو وہی تھے جو ہمارے نصاب میں پہلے بھی شامل تھے۔ مخالفت البتہ نئے طریقۂ تعلیم اور مغربی طرز کے تمدن کی تھی۔ تنقید کرنے والوں میں سب سے زوردار اور ہر دلعزیز آواز اکبر الہ آبادی کی تھی۔ شاید اس لیئے کہ انہوں نے تنقید کا ذریعہ اپنی شاعری کو بنایا جس میں طنز و مزاح سے پورا پورا کام لیاگیا۔ مثال کے طور پر ان کا ایک شعر کتنا زوردار اور ہمہ گیر ہے ۔

یوں قتل پہ بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا صد حیف کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اکبر اور ان کے ہمنواؤں نے تنقید کی ایسی روایت قائم کی جنہوں نے "نئی نسل کدھر جارہی ہے" تو کہا لیکن خود کوئی متبادل راہ نہ دکھائی۔ تعمیری تنقید کی روایت کا سہرا مولانا حالی کے سر بندھا جسے علامہ اقبال نے مکمل و مثبت بنایا۔ ان دونوں عظیم شخصیتوں اور ان کے دوسرے ہم خیالوں نے جہاں یہ سوال اٹھایا کہ ہمارے نوجوان کدھر جارہے ہیں وہاں یہ بھی بتانے کی کوشش کی کہ کون سا راستہ ان کیلئے موزوں ہے۔ علامہ اقبال نے تو ایک مخصوص فلسفہ تعلیم و تربیت بھی پیش کیا ۔۔۔ اس کے باوجود ہماری بدقسمتی تھی کہ ان نقادوں نے راستہ کا تعین تو کیا لیکن اپنے وقت کے نوجوانوں سے اس پر عمل نہ کرا سکے، کیونکہ انگریز حکمران سوائے اپنے فلسفہ تعلیم کے کسی اور طریقہ تعلیم کو ماننے کیلئے تیار نہ تھے۔

© rasailojaraid.com